© rasailojaraid.com

تحریر: ڈاکٹر سید عبداللہ۔ ایم۔ اے، ڈی لٹ
صدر دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

حدیث کے ماحول میں

میری تعلیم عام انگریزی دانوں کی طرح، انگریزوں کے قائم کردہ مدرسوں میں ہوئی۔ اس لیے میں خاصی مدت تک، دین کے معاملہ میں بیرنگ رہا۔ دین کا مخالف میں کبھی نہیں ہوا مگر دین کا ذوق شروع میں پھیکا ہی تھا۔ میں رسمی سا مسلمان تھا یعنی خدا کو مانتا تھا مگر اتنا کہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے۔ بعد کی طرح نہیں کہ ہر آن اس کے حضور سے میرا قلب و دماغ سرشار رہا کیا۔

میں آنحضرت کو بھی مانتا اور پہچانتا تھا مگر اسی حد تک کہ وہ ہمارے پیغمبر ہیں اور بڑے پیغمبر بھی ہیں اور اپنی اس گمراہی سے اس کا بڑا ثبوت (غلط تعلیمی ماحول کی وجہ سے) یہی سمجھتا تھا کہ کارلائل نے آپؐ کو بڑا پیغمبر کہا ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ انسانی تہذیب کا ہر ہر ورق آپؐ کی عظمت کا گواہ ناطق ہے اور عقلِ انسانی نے جس محسوس پیکر میں ڈھل کر کامل شرف و وقار حاصل کیا وہ آنحضور ہی کی ذات ہے —— مگر انگریزی تعلیم نے دیر تک مجھے اس ہستیٔ اقدس سے روشناس ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ اور ہر چند کہ میں مسجد کے ماحول سے اٹھا تھا مگر انگریزی تعلیم کے حجاب اتنے دبیز تھے کہ میری نظر نورِ مبارک کو دیر تک نہ پا سکی۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے دین کی کتابیں بہت دیر سے پڑھیں۔ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ میرے والد خود ایک عالم دین تھے۔ حنفی فقہ پر ان کی خاص نظر تھی اور وہ اس مسلک پر بڑی شدّت سے عامل تھے۔ اور وہ مجھے فرصت کے اوقات میں حنفی فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ پھر میں جب لاہور میں وارد ہوا تو میرے چچا نے (جو میرے محسن تھے) مشفق، مربی اور اتالیق بن کر مجھے علم دین کے قریب رکھا۔ چنانچہ میں انہی کی تحریک پر ایک سال گرمیوں کی تعطیل میں مدرسہ "نعمانیہ" لاہور میں شامل درس رہا۔

مجھے اعتراف ہے کہ نعمانیہ کا ماحول اس زہر کا تریاق" ثابت نہ ہوا جو انگریزی مدرسوں نے میرے نفس میں مستحکم کیا ہوا تھا۔ طبیعت جلد اچاٹ ہو گئی۔ پھر انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ میرے عم محترم نے مجھے ایک طرف مولانا احمد علی (مرحوم و مغفور) کے درسِ قرآن سے روشناس کیا —— اور دوسری طرف "مسجد چینیاں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاہور میں مشہور نابینا مؤذن مرحوم حافظ محمد حسین کے پاس بٹھایا۔ ان سے میں نے پہلے بلوغ المرام اور بعد میں مشکوٰۃ شریف کا درس لیا ـــــ بلوغ المرام کے چند سبق اس سے قبل مولانا عبدالجلیل ہزاروی سے بھی پڑھ چکا تھا۔

مسجد چینیاں کا ماحول عبادتوں کا ایک خاص رنگ رکھتا تھا۔ مرحوم مولانا سید عبدالواحد غزنوی کی ذات ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔ بڑے وجیہ اور متقی بزرگ تھے۔ لہو افغانی، چہرہ نورانی، سیرت حجازی ـــــ بڑی خوبیوں کے مالک بزرگ تھے۔ ترتیل میں بڑا سوز و گداز، نمازوں میں بڑا ٹھہراؤ ـــــ صبح کی نمازوں میں بعض اوقات سجدے کی طوالت سے یہ گمان گزرتا گویا سجدے سے سر اٹھانا بھول گئے ہیں۔ اتباع سنت کے خاص انداز یہاں مشاہدے میں آئے اور میں نے کچھ اثر بھی قبول کیا۔

اس کے باوجود میرا مزاج سیاسی اور عقلی تھا۔ وقت کے مسئلے کچھ اور تھے، ہر طرف عقل کے چیلنج ایمان پر ضرب لگا رہے تھے۔ ادھر سیاست کی گرم بازاری عبادتوں کے داخلی رنگ سے زیادہ جہاد کے خارجی تقاضوں کی دعوت دے رہی تھی۔ مسجد شیرانوالہ میں مولانا کا درس دین و سیاست کا امتزاج تھا۔ طبیعت ادھر مائل ہوئی اور میں نے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے اسباق حضرت مولانا ہی سے پڑھے اور کچھ حجۃ اللہ البالغہ کے سبق بھی پڑھے۔

یہاں مجھے صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ مسجد چینیاں کے ماحول میں حدیث کا چرچا بہت تھا مگر اس زمانے میں حدیث میرے دل میں اثر نہیں پائی تھی۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ میں نے حنفیت اپنے والد سے ورثے میں پائی تھی۔ پھر میں ابتدا ہی میں شبلی نعمانی سے متاثر ہو چکا تھا اور ان کی کتاب "سیرۃ النعمان" میرے دل پر فقاہتِ امام ابوحنیفہؒ کا نقش بٹھا چکی تھی۔ اور پھر اس حلقہ میں تقلید اور عدمِ تقلید کی بحثیں اور بھی پڑ پیچ ہوتی تھیں ـــــ اس میں اکابر تو اعتدال پر ہی ہوتے تھے مگر عام احباب یہ تاثر دیتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اجتہاد کے قابل ہے اور مسند اجتہاد پر بیٹھا ہے ـــــ میں اپنی تربیت کے اعتبار سے اجتہاد کی ضرورتوں کا قائل تھا مگر یہ عمومی تاثر عجیب سا لگتا تھا کہ اجتہاد کے جملہ اوصاف کے اکتساب کے بغیر، ہر آدمی مجتہد بن بیٹھے۔ لیکن چینیانوالی مسجد نے ایک دوسرے طریقے سے مجھ پر اپنا نقش بٹھایا، اور وہ یوں کہ میں اب اپنے والد مرحوم کی غالی حنفیت کے دائرے سے نکل چکا تھا اور رسولِ مقبولؐ کی حدیث پاک سے ذہنی قربت اب پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔

اتفاقاً سنہ ۱۹۳۲ء میں، میں غم کی دنیا سے آشنا ہوا، میرے غم زدہ دل کو نسخۂ شفا کی تلاش رہنے لگی۔ میں کوئی ایسا فلسفہ تلاش کرنا چاہتا تھا جو مجھ میں حوصلہ پیدا کرے۔ جو ناگواریوں میں بھی سرشار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنے کے قابل بنائے۔ جو انسانی ستم کاریوں کے باوجود مجھ میں انسان کے خلاف انتقام کا جذبہ پیدا نہ ہونے دے۔ میں زیادتی کرنے والوں کے خلاف اپنے غصے کو ہدایت کی دعائیں تبدیل کر سکوں۔

سب کو معلوم ہے کہ میں اصولاً ادب کا طالب العلم ہوں ـــــ میں نے یہ نسخۂ شفا پہلے ادب کی کتابوں میں ڈھونڈھا ـــــ میں ادب کی کتابوں میں "دیوان حافظ" سے تسکین پانے لگا ـــــ چنانچہ اپنے کئی مضامین میں حافظ کے اس احسان کا شکریہ ادا کر بھی چکا ہوں کہ اس نے میرے گہرے زخموں کے لیے مرہم فراہم کیا ـــــ بہت سے دکھ آسودہ ہوئے، بہت سی جراحتیں مندمل ہوئیں، بہت سے داغ مٹے، بہت سے خلا پُر ہوئے، بہت سے آبلے ٹوٹے، بہت سے کانٹے نکلے اور ہر چند کہ حافظ کے کلام میں مے خواری اور رندی کے استعاروں سے توحش ہوتا ہے مگر ذاتی تجربے کی دنیا میں مجھے تو یہی لگا کہ حافظ بُرا آدمی نہ تھا ؎

دوستاں عیب نظر بازی حافظ مکنید

کہ من او را ز محبانِ خدا مے بینم

یہ قصہ جذباتی ردعمل کا ہے ـــــ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سارے سرمایۂ تسکین کے باوجود "حافظ" کے یہاں، اہم حقائق زندگی کے بارے میں سہل انگاری اور بے فکرا پن کی جو آمیزش نظر آتی تھی۔ اس سے اپنے دینی ذوق کے طفیل (جو ہر حال ترقی کرتا جا رہا تھا) مجھے کچھ گرانی سی رہتی تھی۔

روحانی جستجو کے اس دور میں دکھ کے بادلوں کے سائے گہرے ہوتے گئے ـــــ میں نے اپنے آپ کو عجیب عالم میں پایا ـــــ زمین اپنی فراخیوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتے لگی۔ میں پہاڑیوں اور وادیوں میں "ایلی ایلی لم سبقتنی" کہتا پھرا۔ مجھے ہر لحظہ اپنے ضائع ہونے کا ڈر لگنے لگا اور صورت کچھ ایسی لگی ؎

عجیب واقعہ و بس غریب حادثہ ایست!

انا اضطربت قتیلاً و قاتلی شاکٍ (حافظ)

پھر ایک روز جب اونٹ سوئی کے ناکے سے گزرنے والا تھا تو میرا رب مجھے کھیتوں میں لے گیا، جہاں مجھے فرحت سی محسوس ہوئی۔ اور میرے دل میں یہ خیال گھومنے لگا "دنیا میں خدا نے انسانوں کے لیے ایک اسوۂ کامل بھی تو بھیجا ہے ـــــ وہ عظیم ترین انسان تھا مگر پھر بھی انسان تھا ـــــ سارے روحانی فیوض اور برکات کے باوجود انسان تھا ـــــ میرے دل نے کہا، اے وادیوں، پہاڑوں اور کھیتوں میں پھرنے والے! تجھے اس انسان کی پاک زندگی میں نسخۂ شفا کی تلاش کیوں نہیں! آخر اس آقائے دوجہاں نے بھی تو صدمے اٹھائے۔ امت کے لیے دکھ جھیلے، تکلیفوں کا سامنا کیا ـــــ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قلب مصفی سے بھی تو دود و دخان کا مشاہدہ کیا۔ ثبوت خود قرآن مجید میں ہے:

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ"

جس بوجھ نے کمر توڑ رکھی تھی وہ بوجھ بھی تو کچھ کم بوجھ نہ تھا۔ پھر خدا نے عسُر کے بعد یسُر مقدر کیا اور آپ کا ذکر بلند کیا۔ میں نے دل میں کہا: "اس کامل نمونے کی پیروی کر، اس کے پیچھے چل"۔

جس قدر یہ خیال گہرا ہوتا گیا، اسی قدر میرا دل کھلتا گیا۔ میں نے اپنے لیے اشارہ پایا —— چنانچہ میں نے سب سے پہلے سیرتِ رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالعہ کیا اور بہت کچھ پایا۔ اس کے بعد حدیث پاک کی طرف متوجہ ہوا اور سکون و بصیرت کی وہ دولت حاصل کی کہ باید و شاید۔

اقوالِ رسولِ پاکؐ میں یوں تو ہر دو جہاں کی رہنمائی موجود ہے مگر میں نے جب اپنے غم کے حوالے سے، دیکھا تو ہر ہر قدم پر اکسیر اور کیمیا میسر آئی —— میں نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اب اپنے دل کی بیاض پر لکھ رکھا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے۔

عجبا لامر المومن ان امرہ	مومن کی بھی عجیب شان ہے۔ جس کی زندگی
کلہ خیر و لیس ذٰلک لاحد الا	کا ہر پہلو اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ شرف
للمومن ان اصابتہ سراء	مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے
شکر فکان خیرا و ان اصابتہ	مسرت حاصل ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور
ضراء صبر فکان خیرا	اگر تکلیف پہنچے تو بھی شکر ادا کرتا ہے۔ یہ
	دونوں حالتیں اس کے لیے بہتر ہیں۔

تو پتہ چلا کہ اُسوہ و فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ سب کچھ ہے جو ایک انسان کو درکار ہے۔ غم میں، خوشی میں، خوش حالی میں، عسُرت میں، فتح میں، آزمائش میں، دوستوں کی دشمنی میں، دشمنوں کے سلوک میں اور ان سے نباہ میں —— غرض انسانی زندگی کا ہر لمحہ اقوالِ رسولِ پاک میں موجود ہے۔ قرآن مجید ان سب بصیرتوں کا سرچشمہ ہے اور اس کے احکام کا عملی نمونہ حدیثِ پاک میں ہے۔ حدیث، قرآن مجید کے مطالعہ کی دعوت دیتی ہے —— اور قرآن مجید، حدیث کے مطالعہ کی طرف بلاتا ہے۔

خیر —— اس وقت میرا موضوع ہے، "حدیث کے ماحول میں مجھے کیا ملا؟" —— میں کہہ یہ رہا تھا کہ مسجد چینیاں کی نظری تعلیم کے بعد جب میں اپنے داخلی تجربوں کی روشنی میں حدیث کی طرف بڑھا تو میں اپنے آپ کو بہتر طور پر سمجھنے لگا اور مجھے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی روشنی میں اسلام کی حقانیت اور انسان کی انسانیت کا یقین محکم حاصل ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرے ذاتی دکھوں میں جو رہنمائی ملی وہ تو اس درماندہ کے لیے آقائے دوجہاں ؐ کی سوغات ہے۔ مگر عقل و تمدن کے اس پیچ دار زمانے میں حدیثِ پاک میں ہر دکھ کا درد اور ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مغربی ذہن، عقلِ مطلق کا دعوے دار بن کر، فکرِ انسانی کی بے لگام تگ و دو کا معتقد ہے ـــــ چنانچہ اب افراط و تفریط کا شکار ہے۔ روح کی قلمرو سے نکلا تو محض عقل کا غلام بن گیا۔ اس سے مطمئن نہ ہوا تو حواس کو سب کچھ سمجھ بیٹھا۔ پہلے ہر بات میں تعقل کا مدعی تھا، پھر ہر بات میں عمل و تجربہ کو حقیقت کی اساس ماننے لگا۔ مادیت کی طرف جھکا تو تن پرستی اور سرمایہ داری پیدا کر دکھائی۔ اس سے بیزار ہوا تو سرمایے کی کامل نفی پر اتر آیا ـــــ غرض جس شاخ پر بیٹھتا ہے اسے پھر کاٹ کے اٹھتا ہے۔

یہ سب کچھ دراصل اس لیے ہے کہ وہ اپنی ہی رائے کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس لیے انتہا پسندی، یک طرفہ پن، اور افراط و تفریط کا ظہور ہوتا ہے اور یہ ظہور سارے عالم کو برباد کر رہا ہے اور سب کچھ میسر ہونے کے باوجود سخت بیزاری و بے اطمینانی پھیلا رہا ہے۔

ادھر ارشادِ پاک کی رہنمائی یہ ہے:۔

ان الھدی الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من اربعة وعشرين جزءً من النبوۃ[1]	صالح سیرت، عمدہ طریقہ اور میانہ روی نبوت کے ۲۴ اجزاء میں سے ایک خاص جزء ہے ـــــــــــــ

کہنے کو یہ تین باتیں ہیں۔ مگر ان کے اندر انفرادی و اجتماعی زندگی کے کل اسباق موجود ہیں، صالح اطوار، صالح جہت (غایت) اور اس کے لیے اقتصاد (میانہ روی) ـــــ گویا انسانی امور کا سارا دستور العمل ان تین اجزائے کلام میں جمع کر کے رکھ دیا ہے۔ اب اس اصول کو انفرادی اور اجتماعی تمدنی جملہ امور میں سامنے رکھ کر چلیے تو ان شاء اللہ کبھی ٹھوکر نہ لگے گی۔

(ایک دن مجھے یہ خیال آیا کہ بخاری کی روایتوں کا فلسفیانہ تجزیہ ہو جائے۔ چنانچہ میں اپنی عقلِ ناقص اور دماغ فتنہ تراش کو لے کر بیٹھ گیا اور احادیث کے متن کو پڑھتا گیا، پڑھتا گیا، تو پتہ یہ چلا کہ اقوالِ وسنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی امر حکمتِ بلیغ سے خالی نہیں ـــــ بادی النظر میں اگر کچھ دغدغہ ہے بھی تو وہ یوں ہے کہ ہماری عقلِ ناقص کا فتور و قصور ہے کہ ہم سمجھ نہیں سکتے، ورنہ عقلِ ایمانی کے مطابق وہ امر مستقبل میں صحیح ثابت ہونے والا ہے۔ اس تجزیے نے میری آنکھیں کھول ڈالیں

بہرحال خدا کا کرم ہے کہ اس نے مجھے دکھوں کے توسط سے مسلمان بننے اور مسلمان رہنے کی توفیق

---

[1] ابو داؤد

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

عطا فرمائی ——— میں نے اپنے درد و غم میں قرآنِ مجید کی دعاؤں سے شفا پائی اور یہ ان دعاؤں کی تاثیر تھی کہ مجھے انسانِ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرتِ پاک اور ارشادات کے سائے میں تیقن کی قوت اور صبر و استقامت کی ٹھنڈک نصیب ہوئی ——— اور اب اسی پر ایمان ہے اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اسی پر قائم رکھے۔ آمین

نقوشِ ابو الوفاء

جلد اوّل

مؤلفہ: مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی

شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے نصف صدی تک اسلام کی وہ خدماتِ جلیلہ سرانجام دی ہیں کہ جس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ نے برصغیر میں تمام مسلم دشمن طاقتوں اور مسلمانوں میں جنم لینے والے فتنوں کا اس خوش اسلوبی و عمدگی سے مقابلہ کیا کہ آپ کے مخالف بھی آپ کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کسی ایک میدان تک محدود نہ تھیں بلکہ تالیف و تصنیف، درس و تدریس اور تقریر و مناظرات کے تمام میدانوں میں آپ نے تاریخی کارنامے سرانجام دیے۔

برصغیر کے نامور اہل حدیث مؤرخ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے انہیں معرکہ آرائیوں کی داستان نقوش ابو الوفاء میں قلم بند کر دی ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ مضبوط جلد۔ عمدہ گرد پوش۔ سفید کاغذ صفحات ۳۲۵۔ قیمت مجلد ۵ روپے ہے۔ اہلحدیث مکتبہ سے دستیاب ہے۔

ادارہ ترجمان السنۃ ۷۔ ایبک روڈ انار کلی لاہور

© rasailojaraid.com